



سب سے مفرد اور شیرازہ اشاعت

ماہنامہ

مسلمان بچے

لاہور
پاکستان

بچوں کے

اسلامی اخلاقی تعلیم
مفت لکچر لائبریری

بچے تو کبھی میسر بہتے آتے تھے
مگر آج کل بچے بڑھے

شمارہ: 7 | تاریخ: ۲۲ جولائی ۲۰۲۳ء | جلد: 16

قیمت فی شمارہ: 60 روپے

سالانہ زکوٰۃ = 720 روپے

اپنی کربانیاں نہ مٹائیں سفاس ہے سچے اسلام نمائیں

پوسٹ نمبر: 15 جی پی او، بہاولپور

مکتبہ اہل سنت

مکتبہ اہل سنت

37- حق سٹریٹ
اردو بازار - لاہور

موبائل: 0322-5140485

پبلشر محمد زاہد علی پریس لاہور سے چھپوا کر تقسیم کیا

اس شمارے میں



10	محمد فیصل علی	بھوت کا علاج	●
14	تسلیمہ موی	کاش! وہ میرا بیٹا ہوتا	●
20	ام عبداللہ	دوسرا گھر	●
24	زبیر طیب	بالآخر چور پکڑا گیا	●
29	ابوشفاء	ایجادات کی دنیا	●
41	امامہ خالد	بہر و پیا	●
50	محمد طلحہ	سچی خوشی	●
53	رخشنده بیگم	حیا	●
58	عبدالحفیظ امیر پوری	ٹپو سلطان	●
63	بیگم سیدہ ناجیہ شعیب	شہنی خورے کا احتیاج	●
67	محمد مقصود شہید	غازی	●
74	دانیال حسن چغتائی	شان حضرت ام سلمہؓ	●
81	محمد عثمان ارشاد	نظر کا مجرم	●
88	مجاہد بن محمد اربابی	وہ کون تھے	●

اس کے علاوہ مستقل سلسلوں کے ساتھ ساتھ اور بہت کچھ۔۔۔۔۔

عمر باری تعالیٰ

جب لیٹا ہوں میں نام تراویح میں ہو جاتی ہے
ہر سانس ممکنہ لگتی ہے تابندہ جنہیں ہو جاتی ہے
جب صحن چمن میں جا کر میں کھلتی کلیوں کو دیکھتا ہوں
مرے گرد و پیش کی ساری فضا فردوس برس ہو جاتی ہے
جو مانگتا ہوں ترے در سے وہ منے میں اگر کچھ دیر بھی ہو
اٹھتے ہیں دعا کو باقہ جہاں تسکین دیں ہو جاتی ہے
سب بگڑے کام انسانوں کے بس تیرے کرم سے ہفتے ہیں
ہم آس لگ لپتے ہیں کہیں اور پوری کہیں ہو جاتی ہے
مایوس تو ہوں دنیا سے مگر تری رحمت سے مایوس نہیں
ترے لہر کرم سے اک ہل میں شاداب زمیں ہو جاتی ہے
ٹھکرا دیتا ہے اک ہل میں وہ کون و مکان کی دولت کو
جب جوش کسی کے دل میں لگن اللہ کی ممکن ہو جاتی ہے



فرمان باری تعالیٰ

”اور البتہ ہم تم سے پہلے کئی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جب انہوں نے ظلم اختیار کیا، حالانکہ پیغمبران کے پاس کھلی نشانیاں لاتے تھے اور وہ ہرگز ایمان لانے والے نہ تھے، ہم گناہگاروں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔“ (یونس)

نعت رسول مقبول ﷺ

ہل ڈالے جس نے عرب کے نصیب
بچے جس نے یکساں امیر و غریب
خدا نے جسے دی کتاب عجیب
اگرچہ تھا آشی مگر تھا ادیب
فصاحت بلاغت تھی قربان اس پر
نہ کیوں لوگ لے آتے ایمان اس پر
جوانی میں تھا ایسا وہ پاکباز
کہ کرتے تھے سب ہاشمی اس پر ناز
تھا عربوں کے حالات میں اک سلاطین
محمد میں پنہاں تھا نبیوں کا خاتم
نہ خوبی تھی کوئی برائیاں تھیں ساری
محمد ﷺ نے یوں ان کی حالت سنواری
کہ دنیا نے علم و بُنر ان سے سیکھا
اصول حکمت کا گُر ان سے سیکھا

فرمان رسول اکرم ﷺ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
”ہر نبی کی ایک دعا ہوتی ہے جو وہ کرتا ہے (اور وہ قبول ہوتی ہے) اور میں چاہتا ہوں کہ اپنی دعا آخرت میں امت کی شفاعت کیلئے محفوظ رکھوں۔“ (بخاری)





ایک عبادت کیجئے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَاَنَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَيْهِ
النُّشُوْرُ۔ (بخاری)

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں
مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

ایک حدیث یاد کیجئے

عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَصْرَ مَنْ اسْتَغْفَرَ
وَإِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً۔

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص مغفرت طلب کرتا ہے وہ
مصر (گناہ پر دوام اختیار کرنے والوں میں سے) نہیں خواہ وہ
دن میں ستر مرتبہ وہی گناہ دہراتے۔“

فانوس جلا دیجئے

اپنی عادت اپنی خصلت کو بدل سکتا ہے کیا
 آدمی انسان کے سانچے میں ڈھل سکتا ہے کیا
 جس کو سائے میں خدارکھے ہمیشہ کے لئے
 آتش نمرود سے وہ شخص جل سکتا ہے کیا
 پیٹ میں روٹی نہ ہو اور پاؤں میں چپل نہ ہو
 ایسے عالم میں کوئی کانٹوں پہ چل سکتا ہے کیا
 توڑنا آتا نہ ہو جس کو درو دیوار قید
 ایسا قیدی جیل سے باہر نکل سکتا ہے کیا
 کوئی دانشور اگر ہوتا تو اس سے پوچھتی
 تیز آندھی میں چراغ راہ جل سکتا ہے کیا
 اپنی اپنی منزلیں ہیں اپنے اپنے راستے
 عمر بھر کوئی کسی کے ساتھ چل سکتا ہے کیا
 یاد بابرؒ کو کروں اور سامنے آجائے وہ
 ایسی یادوں کا کوئی فانوس جل سکتا ہے کیا



السلام علیکم

استقبال رمضان کے مہینوں کا آغاز ہو گیا۔ مسنون دعاء دہرائیں اور ذہن نشین کر لیں۔

اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبٍ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ
دوسرا سبق قرآن مجید کا تازہ کر لیں۔ یوں تو مسلمان کا قرآن مجید سے تعلق سال بھر قائم رہنا چاہیے۔ اور زندگی کے ہر دن یہ تعلق وفاداری کے ساتھ نبھانے کی فکر رہنی چاہئے لیکن رمضان المبارک تو بطور خاص قرآن مجید کا مہینہ ہے اس لئے اس کی آمد سے قبل ہی خود کو تلاوت قرآن کی کثرت کا عادی بنالینا چاہئے تاکہ رمضان المبارک آنے تک زبان خوب عادی ہو جائے اور وقت بھی تلاوت کی قید میں آجائے۔ رمضان آنے کے بعد اس کی کوشش کی جائے تو مشکل ہوتی ہے، زبان نہیں چلتی، دل لگانا مشکل ہوتا ہے اور وقت کی پابندی بھی نہیں ہو پاتی۔

نبی کریم ﷺ کے مبارک مسنون عمل سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ رمضان المبارک میں جو عبادات اچھی طرح اداء کرنی ہو اسکی عادت پہلے سے بنانی چاہئے، آپ ﷺ سال کے ہر مہینے میں کچھ دن ضرور نفی روزوں کا اہتمام فرماتے تھے لیکن شعبان کے مہینے میں سب سے زیادہ روزے رکھتے تھے۔ یہ اہتمام اس لئے تھا کہ رمضان کی آمد سے قبل ہی روزوں کی عادت ہو جائے اور جسم روزے کے حالت میں عبادات کی ادائیگی کا عادی بن جائے اور روزہ رکھ کر بھول جانے کا خدشہ کم ہو جائے۔

تو ہم بھی رمضان المبارک کی تیاری کے لئے ان اعمال کو ابھی سے اپنائیں۔ حتیٰ الوسع نفل روزے رکھنا شروع کر دیں اور جوں جوں رمضان قریب آتا جائے ان کی تعداد بڑھاتے جائیں۔

تلاوت کی کثرت کا اہتمام کرنا شروع کر دیں اور روزانہ اس کی کچھ نہ کچھ تعداد بڑھائیں۔ زبان، آنکھ، کان کی گناہوں اور فضولیات سے حفاظت کا اہتمام شروع کر دیں تاکہ رمضان آنے تک عادت پختہ ہو جائے۔ نوافل کی تعداد میں اضافہ کرنا شروع کر دیں اور یہ سب اعمال اس طرح اختیار کریں کہ دوام کے ساتھ چلتے رہیں ایسا نہ ہو کہ کچھ دن زور لگا کر پھر تھک ہار کر اکتا کر بیٹھ جائیں۔ سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے جو دوام اور ہمیشگی کے ساتھ کیا جائے اگرچہ مقدار میں کم ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

والسلام

آپ کا محب و جان
ابوالحسن

فرحان کے کالج

محمد فیصل علی



گھر کا دروازہ

عبور کرتے ہی فرحان رک گیا۔

اس کے چہرے پر غصے اور ناراضگی کے تاثرات عیاں تھے۔ اس نے وہیں رک کر اطمینان سے جوتے اتارے اور پھر انہیں ہوا میں گھماتے ہوئے لان میں پھینک دیا، ساتھ ہی وہ بلند آواز میں چلایا:

”مجھے سننے جوتے چائیں، میں ہر صورت سننے ہی لوں گا۔“

سامنے صحن میں اس کی دادی اور امی حیران و پریشان یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔

”فرحان بیٹے! یہ کیا حرکت ہے؟ اب ننگے

پاؤں

جاتے ہوئے اچھے لگ رہے ہو کیا؟“

امی جان نے اسے پکار کر کہا مگر وہ تو دندناتا ہوا اپنے کمرے میں گھس چکا تھا۔

دادی اماں نے زیر لب لالچ ولاقوٹہ پڑھنے پڑکتفا کیا پھر وہ بولیں۔

”بیٹی! اس بچے کا کیا بنے گا آخر؟“

”اللہ خیر کرے امی جان! میں خود بہت

پریشان ہوں، ابھی تو دس سال کا ہے، اگر اسی



”مزنہ، آہستہ، تاکہ ایک بات بتانے میں دس گھنٹے لگ جائیں۔“ فرحان نے براسا مزنہ بنایا۔

”بیٹے! آپ کیسے بول رہے ہو، دادی جان تو آپ کو نرم انداز میں بات کرنے کا کہہ رہی ہیں۔“ امی نے اسے پیار سے سمجھایا۔

”اچھا! اچھا! ٹھیک ہے۔“ فرحان نے جھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اسی اثناء میں ارسلان صاحب نے کھانا مکمل کر لیا تھا، وہ دسترخوان سے اٹھتے ہوئے بولے۔

”فرحان! تم میرے کمرے میں آؤ ذرا!“

یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ فرحان نے امی اور دادی کو دیکھا، پھر بولا۔

”آپ دونوں ساتھ چلیں گی تو جاؤں گا ورنہ نہیں۔“

”اچھا! بابا ٹھیک ہے، اب جلدی سے کھانا ختم کرو!“

امی نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا، دادی جان پوتے کو دیکھ کر مسکراتے جاری تھیں۔



فرحان گھر بھر کا اگلوتا بچہ تھا۔ اس لیے اسے بہت لاڈ پیار سے پالا پوسا گیا تھا۔

اب اس بے جالاڈ کے اثرات ظاہر ہو رہے تھے اور فرحان ہر دوسری بات پر ضد کرتا اور اپنی پسند کے راستے پہ چلا جا رہا تھا۔ جس کی وجہ سے اس

مزاج میں بڑا ہوتا گیا تو یہ عادات پختہ ہو جائیں گی۔ امی جان نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”عجب بھوت سوار ہے اس پر نئی چیزوں کا، آج ارسلان بیٹے سے بات کرتی ہوں میں“ دادی جان نے فرحان کے ابو کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

”جی بالکل! مل جل کر کوئی مشورہ کرتے ہیں۔“ امی نے دادی جان کی تائید کی۔



شام کا کھانا کھایا جا رہا تھا۔ سبھی لوگ دسترخوان پہ جمع تھے۔ کھانے کے دوران امی جان نے بات شروع کی۔

”فرحان بیٹے! آپ نے آج اسکول سے آتے ہی نئے جوتوں کا کہا تھا لیکن آپ کے جوتے تو بالکل صحیح سالم پڑے ہیں، میں چیک کر چکی ہوں۔“

”نہیں! وہ پرانے ہو چکے ہیں، میں کل اسکول نئے جوتے پہن کر جاؤں گا۔“ فرحان نے ناک بھوں چڑھاتے ہوئے کہا۔

”جوتے کیا ہو چکے ہیں؟“ ابو نے نوالہ توڑتے ہوئے قدرے سخت لہجے میں پوچھا۔

”پرانے!!! ایک تو سنتے ہی نہیں ہیں آپ“ فرحان نے چلاتے ہوئے کہا۔

”آہستہ، آہستہ۔ میرے شیر! بڑوں کے سامنے آہستہ آواز میں بولتے ہیں۔“

دادی جان نے مسکراتے ہوئے نصیحت کی۔

پڑے۔

”ہائیں، میرے کمرے میں، مگر کیوں؟“
فرحان حیران تھا۔

”تم چلو تو سہی“ ابو نے اسے کہا اور پھر وہ سب
فرحان کے کمرے میں پہنچ گئے۔ ابو کمرے کا جائزہ
لے رہے تھے اور باقی سب لوگ ان کا جائزہ لینے
میں منہمک تھے، کبھی کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر
ارسلان صاحب کیا کرنے والے ہیں۔

آخر ابو کی آواز ابھری۔

”بیگم!! ہمارا بیٹا پرانی چیزیں بالکل پرند
نہیں کرتا اور یہ اس کا حق ہے لہذا ہمیں چاہیے کہ
اس کے کمرے میں کوئی بھی پرانی چیز نہ ہو۔“

”جی ی ی ی ی!!!!“

فرحان کی امی کے مونہہ سے مارے حیرت
کے نکلا۔

”جی ہاں، اب میں پرانی چیزیں الگ کر رہا
ہوں، آپ انھیں یہاں سے فوراً نکال کر باہر
پھینک دیں۔“ ارسلان صاحب نے بھی انہی کے
انداز میں کہا۔

”مم مگر یہ تو میرے کھلونے ہیں۔“

فرحان ہکلا یا۔

”ہاں ہاں مجھے پتہ ہے مگر یہ سب تو بہت
پرانے ہو چکے ہیں نا؟“

ابو نے کہا اور پھر وہ چیزیں نکالنے لگے۔

ساتھ ساتھ وہ چیزوں کے نام بھی لیتے

کے اندر کئی بری عادات پیدا ہو چکی تھیں۔

جن میں سے ایک عادت یہ تھی کہ وہ اپنی
ضرورت کی چیزیں ایک ماہ استعمال کرنے کے
بعد پھینک دیتا تھا۔ مثال کے طور پر اسکول بیگ،
یونیفارم، جوتے، اسکول کی کتابیں وغیرہ۔

اس کے بقول یہ اب پرانی ہو چکی ہیں جب
کہ چیزیں تو قابل استعمال ہوتی تھیں۔

آج ارسلان صاحب نے عزم کیا ہوا تھا کہ وہ
فرحان کو سمجھا کر ہی رہیں گے اور اس سے یہ بری

عادت چھڑانے کی بھرپور کوشش کریں گے،
اس مقصد کے لیے انھوں نے سب سے پہلے اللہ
تعالیٰ کے حضور دو رکعت نماز حاجت ادا کر کے دعا
کی اور اب وہ بے چینی سے فرحان کے منتظر
تھے۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی:

”ٹھک ٹھک ٹھک!!“

”آباؤ! ارسلان صاحب بولے۔

دروازہ آہستگی سے کھلا اور فرحان اپنی دادی
اور امی کے ساتھ نمودار ہوا۔

”اوہو! وکیل بھی ساتھ ہیں۔“

ارسلان صاحب مسکرائے۔

”جی! جی بالکل! آپ لگائیں عدالت!“

امی نے نرس کر کہا۔

”عدالت یہاں نہیں، فرحان میاں کے
کمرے میں لگتی ہے، پیلنس سب!“

ارسلان صاحب نے کہا تو سبھی چونک

چیز نہیں ہے۔ قرآن پاک میں فضول خرچ کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ جس کی ضرورت ہو صرف وہی خریدیں اور اس سے مکمل فائدہ اٹھائیں۔“

فرحان اثبات میں سر ہلانے لگا۔ اس کے ذہن کی دنیا آہستہ آہستہ بدل رہی تھی۔ اس کا نئی چیزیں لینے کا بھوت آہستہ آہستہ اترتا جا رہا تھا۔ امی، ابو اور دادی اس کا بدلتا چہرہ پڑھ رہے تھے اور دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالا رہے تھے۔ الحمد للہ رب العالمین۔



جمعہ پیراچے و گناہ مختصلا ہے!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے جمعہ کے دن عمل کیا اور خوب پانی حاصل کی اور تیل یا خوشبو استعمال کی، پھر جمعہ کے لیے چلا اور دو آدمیوں کے بیچ میں رہ گھسا اور بتنی اس کی قیمت میں تھی، نماز پڑھی، پھر جب امام باہر آیا اور خطبہ شروع کیا تو خاموش ہو گیا، اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔“

جار ہے تھے۔
”یہ ٹرافیاں بکھولنے، اور ہاں یہ ویڈیو گیم، یہ سب پرانی ہیں۔“

فرحان یہ سب دیکھ کر ہونٹ چارہا تھا، آخر اس نے جھنجھ کر کہا۔

”پھر میں یہ سب چیزیں نئی لوں گا!۔۔۔“
اس نے گویا دھمکی دی۔

”ضرور کیوں نہیں، جیسے ہی سنے پیسے آئیں گے لے لینا۔“

ابو نے طنزیہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔
”کیا مطلب؟“

فرحان دھک سے رہ گیا تھا۔
”یہ لو بھئی! دیکھ لو! سارے نوٹ پرانے ہیں، ہر نوٹ پہ تاریخ لکھی ہے۔“

ابو نے جیب سے کرنسی نوٹس نکال کر بیڈ پہ بکھر دیئے تھے۔ اب فرحان لاجواب سا ہو گیا تھا اور بغلیں جھانکنے لگا تھا۔

”کیوں فرحان میاں کیا کہتے ہو؟“
ابو نے اس سے پوچھا۔

”سوری ابو!“
فرحان کے مونہہ سے نکلا اور وہ ساتھ پڑے صوفے پر بیٹھ گیا۔

یہ دیکھ کر امی، دادی اور مسکرانے لگے۔ ابو اس کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئے اور بولے۔

”میرے پیارے بیٹے! فضول خرچی اچھی

جی ہاں! اپنے بیٹے
حارث کی ویڈیو جو اسکے
بقول اس نے چھپ کر
بنائی تھی۔ حارث ایک نابینا
کوسٹک پار کروار ہاتھا۔
وہ سکول کی یونیفارم میں ملبوس
تھا۔ اختر صاحب بڑے فخر سے کہہ

رہا تھا۔

”میرا بیٹا میرا فخر ہے۔ اس طرح

چھپ کر نیکیاں کرتا ہے کہ ماں باپ کو
پتہ بھی نہیں چلتا۔ یہ تو میں نے گل دفتر جاتے
ہوئے اسے دیکھ لیا تو ویڈیو بنائی، تشکیل اور اسلم
منہ بنا گئے۔ وہ اب زیادہ متاثر نہیں ہوتے تھے
مگر جاوید صاحب بہت متاثر ہوتا تھا۔

اختر صاحب نے اپنے بیٹے کی تعریفوں میں
زمین آسمان ایک کر دیئے۔ وہ ہمیشہ ایسا ہی کرتا
تھا۔ حارث کوئی اچھا کام کرتا تو باپ کہیں سے نمودار
ہو جاتا اور بطور ثبوت کے وہ اسکی ویڈیو بنا لیتا اور

کاش!

وہ سیر کر لیتا ہوتا

تشکیل، جاوید، اختر اور اسلم واک
کر کے تھک گئے تو وہیں ایک بیچ پر بیٹھ گئے۔
جاوید نے پانی کی بوتل منہ سے لگالی۔ وہ
چاروں بہت اچھے دوست تھے۔ ایک ہی محلے
میں رہتے تھے۔

ان کے بچے حارث، گوہر، عدیل اور فہد بھی
ایک دوسرے کے بہترین دوست تھے۔
اختر نے اپنا موبائل فون نکال لیا اور اب وہ
ان تینوں کو ایک نئی ویڈیو دکھا رہا تھا۔



پھر فخریہ انداز میں وہ ویڈیو اپنے دوستوں کو دکھاتا اور پھر فیس بک پر اپ لوڈ کر دیتا۔

محلے والے حارث کی بڑی تعریفیں کرتے کہ حارث بڑا ہی نیک بچہ ہے۔ سب کی مدد کرتا ہے سب کے کام کرتا ہے۔ اختر کا سینہ فخر سے تن جاتا۔ وہ دوستوں میں اترا تا رہتا۔ تشکیل اور اسلم زیادہ متاثر نہ ہوتے۔

ان کا خیال تھا کہ یہ سب ڈرامہ ہے جو وہ باپ بیٹا کرتے ہیں مگر جاوید صاحب بہت متاثر ہوتا تھا۔ وہ اپنے بیٹے پر کڑھتا رہتا اور اُسے برا بھلا کہتا کہ دیکھو حارث کتنا پیارا بچہ ہے سب اختر کی اور اس کے بیٹے کی تعریفیں کرتے رہتے ہیں مگر ایک میرا بیٹا ہے۔ ایک دم نکما، بگھٹو اور کام چور۔ وہ ٹھنڈی آہ بھر کر کہتا:

”آکاش! وہ میرا بیٹا ہوتا!“

گو ہر گھر میں داخل ہو۔ اس کی والدہ کچن میں کھڑی برتن دھو رہی تھی۔ جاوید چارپائی پر بیٹھا اخبار بھی پڑھ رہا تھا اور ساتھ ساتھ مسواک بھی کر رہا تھا۔ گو ہر جاوید کے پاس آیا۔

”ابو جی! مجھے پانچ سو روپے چاہئیں“

”پوچھ سکتا ہوں؟ کیوں؟ اور کس لیے؟“ جاوید صاحب اسے گھورتے ہوئے بولے۔

”وہ ابو! دراصل میں، فہد، حارث اور عدیل گھومنے جا رہے ہیں اس لئے“

”کہاں گھومنے جا رہے ہو؟ برخواستار!“

”وہ ابو! ادھر ہی قریبی پارک میں۔“

”نہیں میں میرے پاس کوئی پیسے۔“ جاوید

صاحب ٹکا سا جواب دے کر دوبارہ سے اخبار پڑھنے لگا۔

”ابو کیا ہو جائیگا اگر۔۔۔“ گوہر کی بات مکمل بھی

نال ہوئی کہ جاوید صاحب جھنجھ پڑے۔

”نہیں میں میرے پاس کوئی، نالائق۔ بس

فضول خرچی ہی کرتے رہنا کوئی ڈھنگ کا کام نال کرنا۔ ایک تم ہو اور دوسرا وہ حارث! کتنا پیارا بچہ

ہے۔ سب کی زبانوں پر اس کی تعریف ہے۔“

اس کی والدہ کچن سے نکل آئی۔ وہ گوہر کو خود سے لپیٹے ہوئے بولیں۔

”کیوں ڈانٹ رہے ہیں آپ بچے کو؟ پانچ سو

ہی تو مانگے ہیں۔ آؤ بیٹا! میں دیتی ہوں آپ کو

پیسے۔ آئندہ مجھ سے مانگا کرو!“

”ہاں! ہاں! اور بگاڑو اپنے لاڈلے کو اسی

لینے تو بگڑ گیا ہے۔“

اس کی والدہ پانچ سو کا نوٹ لے آئی اور گوہر کو

دیتے ہوئے بولی۔

”یہ لو بیٹا! جاؤ جو بھی لینا چاہو لے لو!“ امی نے

اس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا۔

گوہر امی کو دیکھ کر مسکرایا، جاوید صاحب تمللا

کر رہ گیا۔

”نکما، نالائق۔ پتہ نہیں کیا سوچ کر میں نے

اس کا نام گوہر رکھا۔ کاش کہ حارث میرا بیٹا ہوتا“

نہایت عمدہ دوا

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”جب کوئی مسلمان یا کوئی آدمی یا کوئی بندہ (یہ راوی کا شک ہے کہ کون سا کلمہ ارشاد فرمایا) صبح و شام یہ کہتا ہے:

”رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيًّا“

تو اللہ تعالیٰ پر اس کا یہ حق بن گیا کہ وہ قیامت کے دن اسے خوش کرے۔“

(سنن ابن ماجہ)

دیکھا۔ انہیں علم نہ ہو سکا۔

”آہ! بے چاری راشدہ بوا! ہمیں ان کی مدد کرنی چاہیے۔“ حارث نے کہا۔ عدیل اور فہد حارث کو دیکھنے لگے۔

”یار! بوا بے چاری بیوہ ہیں۔ وہ خود دار ہیں اسی لیے کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلا رہیں۔ ہمیں یہ پیسے ان کو دے دینے چاہئیں۔“ حارث نے کہا۔ ”کیا یار! اتنی بے عرقی کے بعد یہ پیسے ملے ہیں اور تم کہہ رہے ہو کہ بوا کو دے دیں۔

یار کمال کرتے ہو۔ ہم نے کسی کی مدد کا ٹھیکہ تو نہیں اٹھا رکھا۔ بوا کی اپنی غلطی ہے کہ اس نے

دروازے سے نکلتے ہوئے گوہر نے یہ سنا تھا۔

ایک اداس سی مسکراہٹ اس کے ہوتوں پر پھیل گئی۔

آج اتوار تھا تو چاروں دوستوں نے گھومنے پھرنے کا پلان بنایا تھا۔

حارث، فہد اور گوہر اب عدیل کو لینے اس کے گھر جا رہے تھے۔

وہ گلی سے گزر رہے تھے کہ انہیں راشدہ بوا کے ادھ کلمے

دروازے سے بچوں کے رونے کی آوازیں سنائی دیں۔ تینوں کے بڑھتے قدم

رک گئے۔ راشدہ بوا کی پانچ سالہ بیٹی روتے ہوئے بولی۔

”اماں! کھانا۔۔۔ بہت بھوک لگی ہے“ ”کہاں سے لاؤں کھانا؟ ہاں بتاؤ! کس کس کے آگے جا کر ہاتھ پھیلاؤں میں؟“ راشدہ بوا رو پڑی۔

وہ اپنے تینوں بچوں کو اپنے سینے سے لگے بچوں کیساتھ خود بھی رورہی تھی، تینوں کو بے حد دکھ ہوا تھا۔

عدیل بھی ناں جانے کب آیا اور یہ منظر

مگر بوا کو اس کو امید نہیں تھی۔ بوا نے جوں ہی دروازہ کھولا۔ بوا نے دیکھا کہ ایک بچہ جس نے کالی جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ وہ بھاگتا ہوا گلی سے نکل گیا۔

بوا نے افسوس سے سر ہلایا کہ یہ بچہ شرارت سے دروازہ کھٹکا کر بھاگ گیا۔ وہ جونہی دروازہ بند کرنے لگی تو اس کی نظر نیچے دروازے کے پاس جا پڑی۔ ایک کالا بڑا سا شاپر رکھا تھا۔ اس نے شاپر اٹھایا اور دروازہ بند کر کے اندر آگئی۔ تینوں بچے ماں کے ارد گرد آکھڑے ہوئے۔

”امی! کیا ہے اس میں؟“ چھوٹی بیٹی نے سوال کیا۔

راشدہ بوا نے جونہی شاپر کھولا تو کھانے کی خوشبو اس کے نتھنوں سے نکرائی۔ جب کھولا تو شاپر میں پارسل بریانی تھی، گوشت کا سالن اور روٹیاں تھیں۔

”امی! اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے کھانا بھیج دیا۔“ بچے خوشی سے چلا اٹھے۔

راشدہ بوا کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ اس رات انہوں نے خوب پیٹ بھر کے کھانا کھایا اور کافی پیج بھی گیا تھا۔ جو بوا نے صبح کے لیے رکھ دیا تھا۔ بچے پین کی نید سوچے تھے۔

راشدہ بوا نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے اور اس بچے کے لیے دعائیں کرنے لگی۔

کیوں کسی سے مدد طلب نہیں کی؟“ گوہر نے اپنی مٹھی میں پکڑے پانچ سوکے نوٹ پر گرفت مضبوط کی اور کہا۔

”ہاں یار! گوہر ٹھیک کہہ رہا ہے اتنی مشکل سے پیسے ملے ہیں چلو انجوائے کرتے ہیں۔“ عدیل اور فہد جو کہ بوا کی مدد کھینے نیم رضا مند ہوتے تھے ان کی بھی نیت بدل گئی۔

حارث کی حمد لی بھی جھاگ کی طرح بیٹھ گئی تھی اور وہ لوگ روانہ ہو گئے۔



گوہر مسکرا رہا تھا۔ مغرب کی اذانیں ہو رہی تھیں۔ راشدہ بوا نے دعا کھینے ہاتھ اٹھا لئے۔ اس کی تین سالہ بیٹی بولی۔

”امی! کیا آج بھی کھانا نہیں ملے گا؟“
 ”ناں میرا بچہ! اللہ تعالیٰ تو رازق ہے۔ وہ ہمیں ہمارے حصے کا رزق ضرور بھیجے گا۔“
 راشدہ بوا نے تڑپ کر اسے سینے سے لگالیا اور روتے ہوئے بولی۔

”امی! کیا اللہ تعالیٰ اوپر سے کھانا پھینکے گا؟“
 راشدہ بوا کی پانچ سالہ بیٹی معصومیت سے بولی۔
 اس سے پہلے کہ راشدہ بوا اسے جواب دیتی۔
 دروازے پر دستک ہوئی۔ بوا کی پانچ سالہ بچی خوش ہو کر بولی۔

”امی! ضرور اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے کھانا بھیجا ہو گا۔“

ہے۔ ”اسلم نے کہا۔

”ہاں اسلم ٹھیک کہہ رہا ہے۔“ شکیل نے بھی اسلم کی بات کی تائید کی۔

اسلم نے مزید کہا کہ ہمیں اس بچے کو اس کے اس نیک کام کی داد دینی چاہیے تاکہ محلے کے دوسرے بچوں میں بھی نیکی کا جذبہ پیدا ہو۔

”ہاں بالکل!“ اختر نے کہا۔

پھر طے پا گیا۔



مغرب کی اذان ہو چکی تھی وہ بچہ ہاتھوں میں شاپرہ پکڑے ادھر ادھر دیکھتا ہوا گلی میں داخل ہوا اور تیزی سے راشدہ بوا کے دروازے پر شاپرہ رکھا اور دروازے پر دستک دی۔

شکیل، اسلم، جاوید اور اختر کے ساتھ باقی محلے کے لوگ چھپ کر اس بچے کے پیچھے گلی میں داخل ہوئے۔

”یہ جلوس کی شکل میں کہاں جا رہے ہیں؟“ فہد نے کہا۔

”اللہ ہی خیر کرے۔ پلو ان کے پیچھے جاتے ہیں۔“ عدیل نے کہا۔

وہ تینوں بھی ان کے پیچھے چل پڑے۔ وہ دستک دے کر جوتنی پلٹا، سامنے محلے والوں کو اور اپنے والد کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ اس نے اپنا چہرہ مفلرہ مفلرہ سے ڈھانپ رکھا تھا۔ اختر صاحب نے

پھر یہ معمول رہنے لگا کہ وہ کالی جیکٹ والا بچہ ہر روز صرف مغرب کے بعد پائل کیا ہوا کھانا بوا کے دروازے پر رکھتا اور دروازہ کھٹکھٹا کر بھاگ جاتا۔

بوانے کئی بار جلدی سے دروازہ کھولا تاکہ اس بچے کو دیکھ سکے مگر وہ ہر بار ناکام ہی رہی۔ مگر پھر ایک بار بوانے محلے کی کسی عورت کو بتایا تو بات اڑتے اڑتے پورے محلے میں پھیل گئی کہ ایک کالی جیکٹ والا بچہ پچھلے ایک مہینے سے بوا کی مدد کر رہا ہے۔ سب اس بچے کی تعریف کر رہے تھے۔ مگر پھر ایک بار عدیل کے والد نے بھی اس بچے کو دیکھ لیا۔

ہاں! وہ سو فیصد کہہ سکتا تھا کہ وہ کالی جیکٹ والا حارث ہی تھا۔ وہ اس کا چہرہ تو نہ دیکھ سکا تھا مگر جیکٹ سے پہچان لیا گیا تھا۔

شکیل نے ان تینوں کو بتا دیا کہ وہ بچہ کوئی اور نہیں حارث ہی ہے۔ اختر تو ہواؤں میں اڑنے لگا۔

”آہ! میرا پیارا بچہ ایک مہینے تک چھپ چھپ کر نیکی کرتا رہا اور مجھے علم تک نہ ہوسکا۔ جاوید صاحب ایک بار پھر احساس کمتری کا شکار ہونے لگا۔ وہ دل میں بولے۔

”آہ کاش! وہ میرا بیٹا ہوتا!“

”ہمیں اس بچے سے سبق سیکھنا چاہیے۔ ہمیں راشدہ بوا کی مدد کرنی چاہیے۔ وہ بیوہ عورت

تھا۔ راشدہ بوا اور اس کے بچہ کی دکان سے بھوکے تھے۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوا۔ مجھ سے جو ہو ماکا وہ میں نے کیا۔

میں نے حارث کی جیکٹ ہر بار اس لیے پہنی کہ کوئی مجھے پہچان نہ سکے۔ اگر میں آپ لوگوں کو اس بارے میں بتاتا تو میری نیکی کا اجر ضائع ہو جاتا اور لوگ میری تعریفیں کرتے۔

میری نیکی میں ریاکاری کی ملاوٹ ہو جاتی جو کہ یقینی بات ہے۔ گوہر نے سراٹھایا اور کہا۔

اختر صاحب شرمندہ ہو گئے۔ اسے آج احساس ہوا تھا کہ واقعی میں وہ تو اپنے پیٹے کی نیکیوں کی تشبیر کر کے انہیں ضائع کر رہا تھا۔ مگر آج گوہر نے اسے احساس دلایا تھا۔ سب کی آنکھوں میں آنسو تھے خاص کر جاوید صاحب کے۔ وہ آگے بڑھا اور گوہر کو سینے سے لگا لیا۔

”آج میں فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ گوہر میرا بیٹا ہے۔ میرا فخر ہے۔“

راشدہ بوا کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ آج جاوید صاحب کی بجائے اختر، سلم اور شکیل اور باقی سب لوگ یہ دل میں سوچ رہے تھے کہ:

”کاش! وہ ہمارا بیٹا ہوتا!“



اپنا موبائل آن کیا اور ویڈیو بنانے لگا۔ وہ اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔

راشدہ بوا بھی باہر نکل آئی۔ تجھی وہ تینوں بھی رش کو چیرتے ہوئے اندر آئے۔ تو سامنے وہ کالی جیکٹ والا کسی مجرم کی طرح سر جھکائے کھڑا تھا۔

”گوہر! تم؟ تم ادھر کیا کر رہے ہو؟ تم تو کہہ رہے تھے کہ تم گھر جا رہے ہو؟“ فہد نے کہا۔

”گوہر؟ گوہر؟“

سب ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ وہیں اختر صاحب اور جاوید صاحب چونک پڑے۔ جاوید صاحب کو یقین نہ آ رہا تھا۔ وہ بمشکل بول پاتے۔

”گوہر۔“

گوہر نے سراٹھایا اور مفلر بنایا تو جاوید صاحب کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔

اختر شرمندہ شرمندہ سا کھڑا تھا۔ اس نے اپنا موبائل فون نیچے کر لیا تھا۔ سلم اور شکیل صاحب مسکرائے اور آگے بڑھ کر گوہر کو گلے لگا لیا اور داد دیتے ہوئے بولے۔

”شاباش! گوہر بیٹے! شاباش! تم نے ہمارا سرفخر سے بلند کر دیا اور ہمیں احساس بھی دلادیا۔ آج کے بعد ہم مل کر راشدہ بوا کی مدد کریں گے۔ بیٹا!

تم نے ہمیں پہلے کیوں نہ بتایا؟“

”انکل! میں اپنی نیکی کی تشبیر نہیں چاہتا تھا۔ جو نیکی کا اجر دیتا ہے وہ تو اچھی طرح سے جانتا

ام محمد عبد اللہ

الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا
إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔“

”پاک ہے وہ جو رات کے
ایک حصے میں اپنے بندے کو
مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ
تک لے گیا جس کے ارد گرد
کوہم نے بہت برکت دی
ہے، تاکہ ہم اسے اپنی کچھ
نشانیوں دکھائیں۔ بلاشبہ وہی
سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے
والا ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک تعالیٰ
نے اپنے دو مقدس گھروں مسجد الحرام اور
مسجد الاقصیٰ کا ذکر کیا ہے۔ مسجد الحرام وہ پہلا گھر
ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تعمیر ہوا جبکہ
دوسرا مسجد الاقصیٰ ہے جیسا کہ اس حدیث نبوی
محمد ﷺ سے ہمیں پتا چلتا ہے۔

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے
سوال کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ! کون سا گھر پر سب سے پہلی
مسجد کو بنی تعمیر کی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

”مسجد الحرام“

پھر عرض کیا دوسری کون سی مسجد تعمیر ہوئی؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

”مسجد الاقصیٰ“

دوسرا

اسراء اور معراج
اللہ عزوجل کی ان عظیم الشان نشانیوں میں
سے ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور
اللہ کے نزدیک آپ ﷺ کے عظیم مقام و مرتبہ
پر دلالت کرتی ہے، نیز اس سے اللہ عزوجل کی
حیرت انگیز قدرت اور اس کے اپنی تمام مخلوقات
پر اعلیٰ وارف ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى

اسماعیل علیہم السلام نے انہی بنیادوں پر دوبارہ اسے تعمیر کیا۔

مسجد الاقصیٰ کے ضمن میں بعض مورخین حضرت یعقوب علیہ السلام کو مسجد الاقصیٰ کا بانی قرار دیتے ہیں مگر اوپر بیان کردہ صحیح البخاری کی حضرت ابوذرؓ کی روایت کردہ حدیث سے آسانی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مسجد الاقصیٰ کے بانی بھی خود جناب آدم علیہ السلام ہی ہیں اور بعد میں آنے والے انبیائے کرام، اقوام اور حکمران محض اس کی تعمیر نو کرنے والے ہیں۔

مسجد اقصیٰ کی اسی تجدیدی تعمیر میں حضرت ابراہیم، حضرت اسحق، حضرت یعقوب، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام کے نام تاریخی کتب میں مختلف آراء کے ساتھ موجود ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی تجدیدی تعمیر کو یہود و نیکل سلیمانی کا جواز بنا کر پیش کرتے ہیں اور اسی جگہ نیکل سلیمانی کے وجود کا بے بنیاد دعویٰ کرتے ہیں جبکہ مسجد اقصیٰ سے بچے کھدائیوں کے باوجود آج تک کسی دوسری عمارت کا کوئی نام و نشان انہیں نہیں مل سکا۔

یوں ان کی اپنی تحقیق بھی یہی ثابت کرتی ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے ادوار سے اس بابرکت مقام پر مسجد الاقصیٰ ہی کا وجود ہے اور مسلم امر کو تو معلوم ہونا ہی چاہیے کہ انبیائے کرام مسابہ ہی تعمیر فرماتے تھے نیکل نہیں لیکن افسوس کہ آج

انہوں نے سوال کیا ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

”چالیس سال“ (صحیح بخاری)

جیسے مسجد الحرام کی اہمیت و فضیلت ثابت ہے بعینہ مسجد الاقصیٰ کے مقدس اور بابرکت ہونے میں بھی کوئی دو رائے نہیں ہیں۔ متعدد قرآنی آیات اور احادیث مسجد الاقصیٰ کی فضیلت اور اہمیت پر دلیل ہیں۔

مسجد الاقصیٰ مسلمانوں کا قبلہ اول ہے۔ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ نبوت کے تیرہ سالہ مکی دور میں اور ہجرت کے بعد سولہ یا سترہ ماہ تک صحابہ اکرامؓ کے ساتھ تھوہل قبکہ کا حکم آنے تک مسجد اقصیٰ ہی کی جانب رخ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔

مسجد الحرام اور مسجد نبوی محمد ﷺ کے ساتھ ساتھ یہی وہ مقام ہے جس کے لیے برکت اور ثواب کی نیت سے سفر کیا جاسکتا ہے۔

زمین کی پشت پر یہ ہی وہ واحد جگہ ہے جس میں ایک ہی وقت میں تمام انبیاء کرام کا اجتماع ہوا اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔

یہ اعزاز کسی اور جگہ کو حاصل نہیں ہے۔ مزید براں مسجد الاقصیٰ میں پڑھی جانے والی نمازوں کا ثواب دو سو پچاس نمازوں کے برابر ہے۔

مسجد الحرام کی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام نے کی اور بعد ازاں حضرت ابراہیم اور حضرت

اجنبیوں کو اپنا بھنونا بنا کر اس گھر کے پورچ میں داخل ہوتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ پورچ ان کا ہے پھر رفتہ رفتہ وہ صلیح ہو کر لاؤنج میں گھستے ہیں پھر کمروں پر قبضہ جماتے ہیں۔

رفتہ رفتہ وہ بقیہ گھر بھی ہتھیار ہے ہیں اور آپ کے بھائی کو مجبور کر رہے ہیں کہ وہ اس گھر سے نکل جائے اس کشمکش میں آپ کی ڈیڑھ سال کی کلاریاں مارتی بھتیجی ان کی گولی کا نشانہ بن کر سکتے ہوئے مرجی ہے کیونکہ ان لوگوں کے مقابلے کے لیے آپ کے بھائی کے پاس کوئی اسلحہ نہیں وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مل کر گھر میں موجود چچ اور چچیل جیسی چیزوں کے ساتھ ان کا مقابلہ کر رہا ہے۔

ایسے میں آپ کا بھائی مسلسل اپنے اور آپ کے گھر پر قابض ہوتے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے آپ کو آواز میں دے رہا ہے۔ مدد کے لیے بل رہا ہے۔

لیکن آپ اس کی مدد کو نہیں جا رہے۔

کیوں؟

یا تو آپ سرے سے اس واقعے سے لاعلم ہیں یا آپ نے اپنے اور بھائی کے دشمنوں سے گھٹھ جوڑ کر لیا ہے۔ اپنے کسی ذاتی مفاد کے لیے پرکھوں کی امانت گھر اور اپنے پیارے بھائی کو دشمنوں کے ہاتھ بھیج دیا ہے۔

بالکل ایسی ہی صورتحال فلسطین (ہمارے

ہم مسلمان مسجد الحرام کو تو اپنا سمجھتے ہیں مگر مسجد الاقصیٰ بھی ہماری ہی قیمتی میراث ہے کو سمجھنے اور جاننے سے قاصر ہیں۔

ہم اپنے منصب کو سمجھ ہی نہیں پا رہے کہ ہم ہی امت وسط ہیں۔ ہم ہی انبیائے کرام اور مسجد الحرام، مسجد نبوی محمد ﷺ اور مسجد الاقصیٰ کے حقیقی وارث ہیں۔ یہاں ہم اپنے فرائض سے کوتاہی کے مرتکب ہو کر انسانیت کو مادہ پرستی کی جہالت میں ڈوبتا دیکھ کر خاموش ہیں وہیں مسجد الاقصیٰ کے پنجہ یہود میں جکڑے جانے پر بھی ہم پر غفلت کا عجب سکتہ طاری ہے۔

آج صورتحال یہ ہے کہ ہماری اس مقدس عبادت گاہ کا تقدس آئے دن یہود کے ناپاک اور مغضوب وجود سے پامال ہو رہا ہے۔ نصرانی ان کی پشت پر ان کے ٹگنہا بن کر کھڑے ہیں۔ کفار عالم تماشا بین ہیں اور ہم انتشار کا شکار، اپنی تاریخ اپنی میراث سے بے خبر اور بے پروا زندگی کی صحیحیں اور شاخیں بے سمت و بے مقصد گزار رہے ہیں۔

فقط چند نہتے فلسطینی یہود کے ناپاک عوام کی راہ میں رکاوٹ بن کر کھڑے ہیں۔ یہاں ایک لمحہ ٹھہر کر چشم تصور میں ایک منظر لائیے!

آپ کا بھائی اپنے آیا و اجداد کے زمانے سے بنائے گھر (گھر جس میں آپ کا حصہ بھی ہے) میں آرام سے رہ رہا ہے۔ اچانک کچھ لوگ چند

کھڑے ہونا تو بڑی دور کی بات ہے۔

یاد رکھیے! اٹلی خود ایک بہت بڑا گناہ ہے۔
اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو مسجد اقصیٰ کی اہمیت
و فضیلت اور اس سے متعلق یہود کے ناپاک
عرائع کا علم دیں۔

سنیں تو سہی!

فلسطین کی سپریم اسلامی کونسل کے رہنما اور
خطیب مسجد اقصیٰ عکرمہ صبری اور وہاں کے دیگر
علماء مسلسل مسلم دنیا کے نام پیغامات اور تیہبات
نشر کر رہے ہیں۔

خطیب مسجد اقصیٰ عکرمہ صبری نے اپنے حالیہ
بیان میں بھی تمام امت کو پکارا ہے۔

”مکمل تیاری کے ساتھ مسجد اقصیٰ کا دفاع اور
اس پر پہرہ دینا وقت کی ضرورت ہے، اور یہ ذمہ
داری صرف مقدسیوں (اہل قدس) کی نہیں بلکہ
تمام عرب اور اسلامی ممالک بھی اس میں برابر
کے ذمہ دار ہیں۔“

آئیں! ہم سب مل کر مسجد اقصیٰ کے علماء اور
خطباء کی آواز پر اس دعا کے ساتھ لبیک کی
صدائیں بلند کریں کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے
والے ملک خداداد پاکستان کے باشندے مسجد
اقصیٰ کی صفت اول کے محافظ ثابت ہوں۔

آمین ثم آمین۔



گھر، فلسطینی (ہمارا بھائی اور اس کے بیوی بچے)
اور ہماری (تمام عالم اسلام اور ہم پاکستانی
بالخصوص) ہے جو دشمن (اسرائیل) کے خلاف
نہتے مسجد اقصیٰ کی حفاظت کے لیے ہم سب کی
جنگ لڑ رہے ہیں۔

اب سوچیے! ہم اہل فلسطین جو مسجد اقصیٰ کی
حفاظت کے لیے سر پر کفن باندھے ہوئے ہیں کہ
ساتھ کیوں نہیں کھڑے؟
کیا ہم نے مسجد اقصیٰ اور اہل فلسطین کو اپنے
دنیاوی آرام و آسائش کے عوض یہود کے ہاتھوں
فروخت کر دیا ہے؟

اگر نہیں تو پھر ہم یقیناً حالات کی سنگینی سے
ناواقف ہیں۔

یہود مسلسل فلسطین و شام، مسجد اقصیٰ اور اس
کے گرد و نواح میں موجود مقدس سرزمین پر قابض
ہو رہے ہیں۔ یہ سب زور و شور سے ہو رہا ہے مگر کیا
کبھی گھر، اسکول، کالج، جامعات، یٹوشن یا قرآن
پڑھانے والے اساتذہ، دینی ادارے، مساجد
کے منبر، ٹی وی چینلز یا کسی بھی قسم کے جلسے جلوسوں
میں سے کبھی مسجد اقصیٰ کے حوالے سے بات
ہوئی۔ سروے کر لیں 99.99 فی صد جواب نہیں
میلے گا۔

ہمیں چونکہ مسجد اقصیٰ ہی کی بات کبھی سنے کو
نہیں ملی تو وہاں کے حالات کو سمجھنا، ان حالات کی
سنگینی کو جانچنا اور پھر اس سے نمٹنے کے لیے اٹھ

سردیوں کی بج بے رات میں چاروں طرف
ناموشی کسی بھیاںک آسب کی مانند لگ
رہی تھی۔
”سیا تم واقعی گھر میں اکیلے رہ لو گے بیٹا؟“
فرحان جو کافی دیر سے ایک کونے میں
ناموش بیٹھا تھا۔

فیروز

اسے امی جان
نے پچکارتے
ہوئے کہا۔

”جی امی جان! میں
رہ لوں گا، پہلے بھی تو رہا
ہوں۔ آپ فکر نہ
کریں۔“

فرحان نے میسٹی سی شکل
بنا کر کہا۔

”میں صدقے میرا منٹھا بیٹا! میں چھوڑ کر
بھی نہ جاتی بس اچانک یہ مسئلہ آن پڑا۔
تمہارے ابو اور میرا جانا بہت ضروری ہے
اور گھر بھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتے اور تمہارے پیپر بھی

بالفحش حور
پیکر اچھا

خالی گھر میں
وہ اکیلا بیٹھا لپ
ٹاپ پر کام
کرنے میں
مگن تھا کہ
یلا یک ملحقہ
کچن سے
زوردار آواز

آئی جیسے دو برتن آپس میں کھڑکے
ہوں۔ وہ کام کرتے کرتے چونک گیا۔ دبے
پاؤں کچن کی طرف آیا تو اندر کا منظر اس کے لئے
جیران کرنے والا تھا۔



گھبرا نہیں رہا۔ آپ کسی کو نہ بھیجیں۔ میں اکیلا پڑھائی پر توجہ دینا چاہتا ہوں۔“ فرحان نے مضبوط لہجے میں کہا۔

”بس کرو فرحان کی ماں! اب ہمارا بچہ بڑا ہو گیا ہے۔ خیر سے بی ایس کر رہا ہے۔ کیوں خواہ مخواہ پریشانی مول لے رہی ہو۔“ فرحان کے ابا نے جو کافی دیر سے گاڑی میں بیٹھے انتظار کر رہے تھے اونچی آواز دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے بیٹا! فون آن رکھنا اور مجھ سے بات کرتے رہنا۔ باہر مت نکلتا بس گھر پر رہنا۔ ڈیلیوری ہوائے صبح، دوپہر شام کا کھانا گھر پر ہی دے جائے گا اور ہاں ساتھ والے میجر بالکل کو بھی کہہ دیا ہے وہ بھی تمہارا خیال رکھیں گے۔“ فرحان نے امی نے دروازے سے باہر جاتے جاتے درجنوں باتیں فرحان کو اونچی آواز میں کر لیں اور فرحان نے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

دونوں گاڑی میں بیٹھے تو فرحان انہیں دروازے پر الوداع کرنے آیا اور ہاتھ ملانے لگا۔ فرحان نے ابو کی طرف دیکھا جو شاید اسے کچھ کہہ رہے تھے مگر شیشہ بند تھا تو اس کے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

گاڑی کا شیشہ نیچے ہوا تو فرحان کے ابو گویا ہوئے:

”اور ہاں بیٹا! ہماری کالونی میں چوریاں بھی بہت ہو رہی ہیں۔ کیمرے تو لگے ہوئے ہیں

تو سر پر ہیں۔ ورنہ تمہیں چھوڑ کر کبھی نہ جاتی۔“ فرحان کی امی نے بیٹھانی کا بوسہ لیتے ہوئے کہا۔

”جی بالکل امی جان! میں سمجھتا ہوں۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں خیال رکھوں گا۔ اور پیپر کی تیاری کروں گا۔“ فرحان نے کہا۔

اگرچہ وہ اداس تھا اور اندر سے کچھ ڈرا ہوا بھی مگر وہ امی ابو کو پریشان کرنا نہیں چاہ رہا تھا۔ فرحان اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھا۔ بے حد لاڈلہ مگر کس قدر سلجھا ہوا۔ اسے پڑھنے لکھنے سے ہی فرصت نہ تھی۔ اس کی ڈی این اے میں کھیل کود اور دوسری مشغولیات پائی ہی نہ جاتی تھی۔ اس لئے تو اس کا کوئی دوست تھا اور نہ ہی کوئی اس پڑھا کو کے قریب پھٹکتا تھا۔

ابو کا رو باری شخصیت ہونے کی وجہ سے اکثر شہر سے باہر آتے جاتے رہتے تھے اسی لئے وہ زیادہ تر اپنی امی جان سے ہی مانوس تھا۔ انہی کے ساتھ رہتا اور اب انہی کی وجہ سے اداس ہو رہا تھا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ امی ابو کا جانا بہت ضروری ہے اس لئے وہ اپنے چہرے کے تاثرات کو چھپانے کی ہر ممکن کوشش میں لگا ہوا تھا۔

”اگر تم کہو تو میں پیچھے خدیجہ کو تمہارے ہاں رہنے کے لئے کہوں؟ بیٹا مجھے پریشانی ہو رہی ہے۔“ اس کی امی دروازے کی طرف جاتے جاتے واپس لوٹ آئیں۔

”امی کیوں پریشان ہو رہی ہیں۔ میں بالکل

بکھرے پڑے تھے اور کچن کی ایسی حالت تھی جیسے یہاں ابھی ابھی کوئی جنگ کر کے نکلا ہو۔



فرحان ایک دم پریشان سا ہو گیا۔ بھاگ کر وہ اسٹور میں گیا اور وہاں سے ایک بڑا ڈنڈا پکڑا اور دوبارہ کچن میں آگیا مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ دو کمرے ساتھ ہی بنے ہوئے تھے وہاں

اس نے دیکھا مگر وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔ ایک دم اسے خیال آیا اور اس نے ابو کے کمرے کی طرف دوڑ لگا دی۔ اور سی سی وی فوٹیج کو چیک کر دیکھنے لگا۔ سامنے اسکرین پر باہر کا منظر بالکل صاف تھا۔ اکا دکا کوئی گاڑی گیٹ کے قریب سے گزرتی اور گزرتی چلی جاتی۔

کوئی شخص اندر آیا نہ گیا۔ پچھلے تین گھنٹوں کی ریکارڈنگ اس کے فاسٹ فارورڈ میں دیکھ لیں مگر اسے کچھ نہ ملا۔ ڈنڈا ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔

اس کی پیشانی پر سلیٹیں نمودار ہو گئی کہ یا اللہ! یہ ماہر کیا ہے؟

آخر کون ہے؟ کیا ہے؟ اور رات میں ہی کیوں آواز میں آتی ہیں۔

کیا کوئی جن یا جھوٹ؟ کیا وہ! نہیں! نہیں! ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ یہ سب جھوٹ ہوتا ہے۔ اس نے خود کلامی کی۔

پھر آخر کیا؟ کیا کوئی جانور؟

مگر احتیاط کرنا۔ دروازے پر دستک ہو تو پہلے کیمرے کی سکرین پر دیکھ لینا۔ یہ کہہ کر فرحان کے ابو نے شیشہ اوپر کر لیا اور گاڑی روانہ ہو گئی۔

فرحان کو یہ آخری بات کچھ پریشان کر گئی مگر اس نے کچھ نہ سمجھ آنے والے انداز میں کندھے اچکائے اور دروازہ لاک کر کے گھر کے اندر چلا گیا۔



آج دوسرا دن تھا فرحان کے امی ابو آزاد کشمیر پہنچ گئے تھے۔ انہیں مزید تین دن وہاں قیام کرنا تھا اور پھر انہیں واپس آنا تھا۔

فرحان سارا دن اپنے کمرے میں بند رہتا اور صرف پڑھتا رہتا۔ دن کے وقت باہر کچھ نہ کچھ پھر بھی شورا اٹھتا مگر رات میں بالکل خاموشی چھا جاتی۔ ہر طرف ہو کا عالم ہوتا۔ سردیوں کی راتیں ویسے بھی کچھ زیادہ ہی تاریک اور طویل ہوتی ہیں۔

فرحان نے محسوس کیا کہ رات کے کسی وقت کمروں اور کچن سے کچھ آواز میں آتی ہیں۔ پہلے پہل تو فرحان نے اسے اپنا وہم سمجھا مگر اگلی رات جب وہ بیٹھا پڑھنے میں مشغول تھا اور ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی کہ اچانک کچن سے زوردار آواز آئی اور فرحان ایک دم چونک گیا۔

دبے پاؤں اس نے آواز کا تعاقب کیا اور کچن پہنچ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ گلاس اونڈھے منہ پڑے ہوئے تھے اور چیخ فرش پر

گیا وہاں کوئی نہ ملا، اس کے بعد وہ کچن میں آیا تو وہاں پلاسٹک کا ایک ڈیموز بیل گلاس جو اس کے باہر کے کھانے کے ساتھ آیا تھا نیچے فرش پر الٹا پڑا تھا۔ یہ دیکھ کر اس کا ماتھا ٹھکا۔ خوف اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات اس کے چہرے پر عیاں ہوئے۔

یہ کون ہو سکتا ہے؟ یہ سوچتے ہوئے اچانک اس کے ذہن میں ایک آئیڈیا آیا۔ اس نے تین سے چار ڈیموز بیل گلاس اکٹھے کئے اور انہیں کچن کی ٹیبلٹ پر اس انداز میں کھڑا کیا کہ کوئی معمولی سا بھی دھکا ملے تو وہ گر جائیں۔

اور ان گلاس میں اس نے اسٹیل کے چمچ رکھ دیئے۔ تاکہ گلاس کے گرنے سے چمچ بھی گریں اور اسے آواز پہنچ جائے۔

پھر وہ بھاگ کر اندر گیا۔ اپنا موبائل اٹھایا اور اس کا ویڈیو ریکارڈ آن کر کے اس نے کچن میں ایسی جگہ موبائل رکھ دیا جہاں سے وہ ڈیموز بیل گلاس اسے واضح نظر آجائیں۔

موبائل میں ویڈیو کے ایک گھنٹے تک کی ریکارڈنگ کا ناٹم سیٹ کروہ واپس اپنے کمرے میں آگیا اور کمرے کا دروازہ مضبوطی سے بند کر لیا تاکہ وہ کسی ناگہانی آفت سے محفوظ رہ سکے۔

ابھی ایک گھنٹہ نہ گزرا تھا کہ اچانک ایک زوردار آواز سنائی دی۔ برتن شاید گر چکے تھے۔ فرحان اس بار تو زیادہ ہی ڈر گیا تھا۔ اس کو جن

مگر گھر تو ہر طرف سے بند ہے تو پھر کسی جانور کی آمد بھی ممکن نہیں۔ آج تک ایسا نہیں ہوا؟ پھر!!

کون ہو سکتا ہے آخر!! کیا کوئی چور؟ مگر کچن میں کیا کرنے آتا ہے؟ کیا اسے کچھ کھانے کا چاہیے؟ سوچتے سوچتے اس کی سانسیں تیز چلنے لگیں۔ وہ بھاگ کر اندر گیا اور ون فائیو یعنی پولیس ایمرجنسی پر کال کے لئے بٹن پریس کرنے ہی لگا کہ رک گیا۔

شاید میرا وہم ہو۔ ہوا کے کسی جھونکے سے بھی تو برتن گر سکتے ہیں۔ ایسا نہ ہو میرا مذاق بن جائے۔ اس نے موبائل کی اسکرین آف کر دی اور ایک گہری سانس لی۔ وہ پڑھ چکا تھا۔ اس لئے کہ اب مزید پڑھ بھی نہ سکتا چنانچہ وہ بیڈ پر لیٹا اور کچھ ہی دیر بعد اسے نیند آچکی تھی۔



الگادان حسب معمول وہ اٹھا۔ آج دن میں کچھ دھوپ نکلی ہوئی تھی چنانچہ ناشتہ کر کے وہ صحن میں بیٹھ گیا۔ چھن چھن کر آتی دھوپ اس کے بدن کو سکون دے رہی تھی۔ وہ وہیں بیٹھا رہا۔ رات والا واقعہ اس کے ذہن سے محو ہو چکا تھا۔ سارا دن وہ پرسکون رہا۔

رات ہوئی اور وہ رات کا کھانے کے بعد جب پڑھنے بیٹھا تو پھر اسے آوازیں سنائی دینے لگیں جیسے کوئی چل رہا ہو۔ وہ بھاگ کر کمروں میں



بھوتوں کی کہانیاں اب بچ لگنے لگی تھی۔ وہ اٹھا،
ڈنڈا ہاتھ میں پکڑا اور کاپیتی ٹانگوں سے کچن کی
طرف آیا۔ ڈرتے ڈرتے کچن میں جھانکا تو حیرت
کازوردار جھٹکا لگا۔

سارے کپ اور چمچے نیچے فرش پر گرے
ہوئے تھے مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے
بھاگ کر موبائل اٹھایا جو ابھی تک ریکارڈنگ
موڈ میں تھا۔

صبح ہوتے ہی اس نے

سب سے پہلے گھر میں پڑی ”گمشد“ جس پر چوہا
آکر چپک جاتا ہے وہ دو جگہ پھجادی اور ٹھیک
تین گھنٹوں بعد وہ چوہا اس شیت پر چپک چکا تھا۔
جسے فرحان نے اٹھا کر باہر کی راہ دکھادی۔

موسم سرما کی بچ بستہ راتوں میں جب آپ گھر
پر اکیلے بیٹھے ہوں اور کوئی آواز خاموشی کا پردہ
چاک کرتے ہوئے آجائے تو گھبرائیں نہیں یہ وہ
مخلوق ہے جسے کوئی نہیں روک سکتا نہ سردی نہ
گرمی اسے صرف اور صرف چاہیے ہوتی ہے گہری
خاموشی اور سناٹا۔

یہ تب اپنے بلوں سے کھانے کی مہک
سوگھتے ہوئے نکلتے ہیں اور پھر ان کی اجارہ داری
ہوتی ہے۔ اس لئے گھبرائیں نہیں بس ان کی
سمجھوتہ کر لیں اور اگر پکڑ سکتے ہیں تو پکڑ کر گھر بدر کر
دیں۔ یہ بڑے چالاک ہوتے ہیں اگلے ہی لمحے
کسی اور گھر کو اپنے نشانے بدر رکھ لیتے ہیں۔



کچن کا دروازہ بند کیا اور بھاگتے ہوئے اپنے
کمرے کی طرف لوٹا اور دروازہ بند کر دیا۔
ریکارڈنگ آف کر دی تھی۔ ویڈیو محفوظ ہو چکی تھی۔
پہلے پہل اس نے اپنا سانس بحال کیا اور پھر بیڈ پر
بیٹھ کر اس نے ویڈیو آن کر دی۔

ویڈیو میں کچن کا منظر صاف دکھائی دے رہا
تھا۔ گلاس جوں کے توں پڑے تھے جیسا کہ اس
نے رکھے تھے۔ تیس منٹ وہ دم سادھے ویڈیو
دیکھتا رہا۔ مگر کچھ نہ ہوا۔

اکتالیسویں منٹ پر اچانک اس نے دیکھا
کہ ایک انتہائی موٹا بھداسا چوہا جس کی جسامت
کسی بلی کے مانند تھی شیت پر چھلانگ لگا کر پہنچ چکا
تھا اور بعد کے برتنوں کی تباہی اس نے کی تھی۔

بالآخر چور پکڑا ہی گیا تھا۔ فرحان نے ویڈیو
آف کر دی۔ اس کی جان میں جان آئی کہ وہ نکما
چوہا تھا جس نے تین راتوں سے اس کی جان
مذاب میں ڈالی ہوئی تھی۔

ابو شفاء

راؤ مصریہ

ایجادات کی دنیا

جن میں قابل ذکر جابر بن حیان کو گلیمر، ابن رشد کو
ایرو، ابن سینا کو ایو و ناول اور ابن الہیثم کو الہیزم کہنا
شروع کر دیا تاکہ ان عظیم انسانوں کا مسلمان اور
عرب ہونا ثابت نہ ہو۔

یہی وجہ ہے کہ آج ہمارا سائنس کا طالب علم
خالد بن یزید، زکریا، رازی، ابن سینا، الخوارزمی، ابو
ریحان البیرونی، الفارابی، ابن مسکویہ، ابن رشد،
کنندی، ابو محمد خوجدی، جابر بن حیان، موسیٰ بن
شاکر، البتانی، ابن الہیثم، عمر خیام، المسعودی، ابو
الوفاء اور الزہراوی جیسے عظیم سائندانوں کے
حالات زندگی اور سائنسی کارناموں سے یکسر
ناواقف ہے۔ بلکہ اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ ان کا
نام سن کر ہمارے طلباء حیرانی سی محسوس کرتے
ہیں۔ کیونکہ ان کے ذہن میں یہ بات پیٹھی ہوئی

جب سے بنی نوع انسان کی شروعات ہوئی
ہے وہ نت نئی چیزیں بنانے اور ان کو اپنے
فائدے کے لیے استعمال کرنے کی جدوجہد کر رہا
ہے۔ ان سب ایجادات میں سائنس کا بہت اہم
کردار ہے۔ اور سائنس کی ان ایجادات میں سب
سے اہم کردار مسلمان سائندانوں کا ہے۔ اگرچہ
ابھی تک بہت سی مسلمانوں کی ایجادات ایسی ہیں
جو نظروں سے دور ہیں۔ حالانکہ دنیا کی مفید اور
ضروری ایجادات مسلمانوں اور عربوں کی مرہون
منت ہیں۔ یہ وہ وقت تھا جب دنیا میں جدید
یورپ کا نام و نشان تک نہ تھا۔ ان میں سے بعض
کی تو جدید سائنس نقل بھی نہ کر سکی اور بعض کو نقل کر
کے ایجاد کا سہرا اپنے سر سجایا۔

یورپ والوں نے عظیم مسلمان سائندانوں



ہے کہ سائنس کی ترقی میں زیادہ ہاتھ یورپ کا ہی ہے۔

مسلمانوں نے سائنسی خدمات اور انسانی خدمات کی وجہ سے بہت نام بنایا ہے۔ ان کی ایجادات نے دنیا کا رہن سہن ہی بدل دیا۔ اور دنیا کو ایک نئی سمت کی جانب گامزن کر دیا۔ اس بات کا اقرار مغربی دنیا آج بھی کرتی ہے۔

آج میں آپ کو مسلمان سائنسدانوں کے عظیم کارناموں اور اہم ایجادات کے بارے میں بتاؤں گا جن کی بدولت آج دنیا میں بہت سے کام سرانجام دیے جا رہے ہیں۔ ان ایجادات کے بغیر آج کے دور میں زندگی گزارنے کا تصور کرنا بھی تقریباً ناممکن تھا۔

کے بی مرہون منت ہے۔

2۔ یونیورسٹیاں

ڈگری دینے والی دنیا کی سب سے پہلی یونیورسٹی بنانے کا سہرا بھی مسلمانوں کے سر ہے۔ 859ء میں مراکش میں دنیا کی پہلی یونیورسٹی القراویون نے پہلی ڈگری دی تھی۔ یہ یونیورسٹی شہزادی فاطمہ القرہی نے قائم کی تھی اور آج بھی یہاں تدریس کا عمل جاری ہے۔

3۔ سرجری

مسلم سائنسدان الزہراوی کے بارے میں یہ مانا جاتا ہے کہ وہ جدید سرجری کا بانی ہے۔ انہوں نے ہی سرجری کے آلات ایجاد کیے اور آپریشن کو ممکن بنایا۔ ان کی بدولت ہی موجودہ دور میں سرجری ممکن ہوئی۔

1۔ ہسپتال

دنیا کا پہلا ہسپتال بنانے کا سہرا بھی مسلمانوں کے سر جاتا ہے۔ یہ ہسپتال 872ء میں مصر کے شہر قاہرہ میں احمد بن طالون کے نام سے قائم کیا گیا تھا۔ اس میں طبیب اور نرسیں مریضوں کے علاج کے لیے موجود ہوتی تھیں۔ اور ساتھ ہی طالب علموں کی ٹریننگ کے لیے ایک سینٹر بھی قائم تھا۔ یہاں پر مریضوں کا مفت علاج کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے ہسپتالوں سے ملحقہ میڈیکل یونیورسٹیاں بنانے کا آئیڈیا مسلمان سائنسدانوں

5۔ جغرافیہ

مسلمان اس فن کے موجد ہیں۔ البیرونی اس فن کا امام ہے۔ البیرونی دنیا کے عظیم ترین سائندانوں میں سے ایک تھا۔ مگر بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اس عظیم مسلمان سائندان نے پاکستان کے سالت ریخ علاقے میں واقع تاریخی قلعہ ننڈا میں رہتے ہوئے زمین کا قطر معلوم کیا تھا۔ یہ بات کافی دلچسپ ہے کہ البیرونی نے زمین کے قطر کے حوالے سے قرون وسطیٰ کی سائنس کی محکمہ کی طریقہ کا استعمال کرتے ہوئے جو حسابات لگائے تھے ان میں جدید دور کے اعداد و شمار سے بہت کم فرق تھا۔

یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ زمین کا قطر البیرونی کی بے شمار سائنسی خدمات اور دریافتوں میں سے ایک ہے۔ ننڈا قلعہ ضلع جہلم کے پنڈادان خان میں واقع ہے۔ یہ تاریخی قلعہ کھیوڑہ نمک کی کانوں سے 6 کلو میٹر، ایم ٹی موڑ وے کے مشرق کی جانب 24 کلو میٹر اور جہلم شہر سے 85 کلو میٹر فاصلے پر موجود ہے۔

6۔ آلات جراحی

جدید عہد کے متعدد سرجیکل آلات کی بنیاد دسویں صدی کے مسلم سرجن ابو القاسم الزہراوی نے رکھی، ان کے نشتر، قلیں اور دیگر دو سو آلات کی اہمیت کو

سرجری میں آج جو بھی آلات استعمال کیے جاتے ہیں سب ان کی مرہون منت ہیں۔ انہوں نے اس سلسلے میں جو کتب لکھیں وہ آج تک یورپ کی یونیورسٹیوں میں پڑھائی جا رہی ہیں۔

4۔ الجبرا

محمد بن موسیٰ الخوارزمی وہ پہلے سائندان ہیں جنہوں نے حساب اور الجبرا میں فرق کیا اور الجبرا کو باقاعدہ ریاضی کی صفت کے طور پر روشناس کرایا۔ یورپ پہلی بار حساب کے اس نئے سسٹم سے بارہویں صدی میں روشناس ہوا۔ الخوارزمی کو متفقہ طور پر دنیا بھر میں الجبرا کا بانی مانا جاتا ہے اور لفظ الگورتھم بھی ان کے نام سے ہی کشید کیا گیا ہے۔



کی جبکہ مسلم ڈاکٹروں نے افیون اور الکل کے امتزاج سے ایسی سوئیاں تیار کیں جس سے کسی کو بھی بے ہوش کیا جاسکتا تھا اور یہ تکنیک اب بھی استعمال ہو رہی ہے۔

7۔ گھڑی

یورپ سے سات سو قبل بھی اسلامی دنیا میں گھڑیاں عام استعمال ہوتی تھیں۔ خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے ہم عصر فرانس کے شہنشاہ شارلیمان کو گھڑی (واٹر کلاک) تحفہ میں بھیجی تھی۔ محمد ابن علی خراسانی (لقب الساعی 1185ء) دیوار گھڑی بنانے کا ماہر تھا۔ اس نے دمشق کے باب جبرون میں ایک گھڑی بنائی تھی۔ اسلامی سین کے انجینئر المرادی نے ایک واٹر کلاک بنائی جس میں گیر اور بیلنگ کے لئے پارے کو استعمال کیا گیا تھا۔ مصر کے ابن یونس نے گھڑی کی ساخت پر رسالہ لکھا جس میں ملٹی بل گیر ٹرین کی وضاحت ڈایا گرام سے کی گئی تھی۔ جرمنی میں گھڑیاں 1525ء اور برطانیہ میں 1580ء میں بننا شروع ہوئی تھیں۔

8۔ علم فلکیات وارضیات

776ء میں ابراہیم بن جندب نے سب سے پہلے عجائب الفلک کے مشاہدے کے لیے دوربین ایجاد کی تھی۔ دنیا کا پہلا ماہر فلکیات احمد بن سبتائی تھا جس نے گردش زمین کا نظریہ پیش کیا تھا۔ احمد کثیر الفرغانی نے اپنے طریقہ سے زمین کے محیط کی پیمائش معلوم کی جو مملہ محیط سے بہت

آج کے عہد کے سرجن بھی مانتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے زخموں کو ناکے لگانے والا ایسا دھاگا بھی تیار کیا جو قدرتی طور پر جسم سے الگ ہو جاتا تھا جبکہ انہوں نے پکپسول بھی ایجاد کیا۔ ان کی سب سے بڑی تصنیف التصریف لمن عجز عن التالیف کے نام سے مشہور ہے اور اس کا کئی زبانوں میں ترجمہ کیا جا چکا ہے۔

الزہراوی ایک ماہر جراح ہی نہیں تجربہ کار طبیب بھی تھے۔ ان کی کتاب میں آنکھوں کے امراض، کان، حلق، دانت، موڑھے، تولید اور بڈیوں سے متعلق معلومات موجود ہیں۔ زہراوی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے طبیب تھے جنہوں نے ہیپوفیلیا نہ صرف دریافت کیا بلکہ اس پر تفصیل سے بات بھی کی ہے۔

زہراوی کو بالخصوص یورپ میں بہت شہرت حاصل ہوئی اور ان کی کتب کا بہت سی زبانوں میں ترجمہ کیا گیا جن سے دنیا بھر میں جراحت سے وابستہ افراد استفادہ کرتے ہیں۔ ان کے ایجاد کردہ آلات جراحی جدید شکلوں میں آج بھی استعمال ہوتے ہیں۔

قرطبہ میں جس گلی میں الزہراوی رہتے تھے، آج وہ انہی سے موسوم ہے اور اس پر تختی پر لکھا ہے: زیوہ گھر ہے جہاں الزہراوی رہتا تھا۔

اسی طرح تیرہویں صدی میں ایک اور مسلم طبی ماہر ابن نفیس نے دوران خون کی وضاحت



قریب ہے۔

ابن یونس صوفی نے اپنی کتاب ”الشفائی“ میں حرکت کا قانون بیان کیا ہے اس قانون کو یورپ نے بولس سینا کے پانچ سال بعد نیوٹن کی ایجاد کے طور پر ساری دنیا میں مشہور کرادیا۔

9۔ ماہر امراض چشم

ابن الہیثم دنیا کا پہلا انسان تھا جس نے کہا کہ روشنی آنکھ میں داخل ہوتی ہے۔ اس نے آنکھ کی ساخت پر بہت تفصیل سے لکھا اور دنیا کو آنکھ کے امراض سے متعارف کروایا۔ اگر انہوں نے یہ نہ بتایا ہوتا کہ کس طرح روشنی سفر کرتی ہے اور اسے کس طرح شبیہ کی صورت میں محفوظ بنایا جاسکتا ہے تو آج بھی پن ہول کیمبرہ اور آلات چشم سے لاعلم ہوتے۔

10۔ کیمیا گری

تاریخ کا سب سے پہلا کیمیا دان اور عظیم مسلمان سائنس دان جابر بن حیان جس کے سائنسی نظریات نے دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ دنیا آج تک اسے بابائے کیمیا کے نام سے جانتی ہے۔ جابر بن حیان کو کیمیا کا بانی کہا جاتا ہے۔ وہ کیمیا کے تمام عملی تجربات سے نہ صرف واقف تھے بلکہ اس پر مکمل عبور بھی رکھتے تھے۔

جابر بن حیان ”قرع النیق“ نامی ایک آلہ کے بھی موجد تھے جس کے دو حصے تھے۔ ایک حصہ

میں کیمیائی مادوں کو پکایا جاتا اور مرکب سے اٹھنے والے بخارات کے ذریعہ آلہ کے دوسرے حصہ میں پہنچا کر ٹھنڈا کر لیا جاتا تھا۔ یوں وہ بخارات دوبارہ مائع حالت اختیار کر لیتے، کشیدگی کا یہ عمل کرنے کے لئے آج بھی اس قسم کا آلہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا موجودہ نام ”ریٹاک“ ہے۔ جابر نے کیمیا کی اپنی کتابوں میں بہت سی اشیاء بنانے کے طریقے درج کئے۔ انہوں نے کئی اشیاء کے سلفائڈ بنانے کے بھی طریقے بتائے۔ انہوں نے شورے اور گندھک کے تیزاب جیسی چیز دنیا میں سب سے پہلی بار ایجاد کی۔ جو کہ موجودہ دور میں بھی نہایت اہمیت کی حامل اور سنسنی خیز ہے۔



ضرب المثل پنی سولفظی کہانی

محنت

آگ لگے تو بجھے جل سے، جل میں لگے تو بجھے کیسے؟

(آگ پانی سے بجھ جاتی ہے لیکن پانی میں لگی آگ کیسے بجھائی جائے)

اسلم صاحب گھر لوٹے تو کافی پریشان
تھے۔

”نعمان کے کالج جانا تھا آج، گئے تھے آپ؟“ بیوی نے پوچھا۔
”وہیں سے تو آ رہا ہوں۔ تمام اساتذہ کو ہمارے بیٹے سے شکایات ہیں،
شکایت نہیں شکایات!“ اسلم صاحب سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔
”یا اللہ خیر!“ بیوی کے منہ سے نکلا۔

”نیک بخت دعا کرو! وہ اب جوان ہے، اسے کیسے سمجھائیں؟
کافی محنت کرنی ہوگی اب، دانا کہہ گئے ہیں کہ
”آگ لگے تو بجھے جل سے، جل میں لگے تو بجھے کیسے؟“
چھوٹے بچے کی اصلاح تو جلد ہو جاتی ہے۔

لیکن اگر جوانی میں بری عادت پیدا ہو جائے تو وہ مشکل
سے جاتی ہے۔